نشری تقریر

اسرار احمد

قرآن حکیم کی دُعائیں

قرآنِ حکیم کی رُو سے انسان کی غایتِ تخلیق 'عبادتِ ربّ' ہے۔ بفحوائے الفاظِ قرآنی: "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ o یعنی "میں نے جِنّوں اور انسانوں کو پیدا ہی اس لیے کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں!" —— یہ 'عبادتِ ربّ' قرآنِ حکیم کی ایک نہایت جامع اور ہمہ گیر اصطلاح ہے جس کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ اس وقت نہ ممکن ہے نہ مطلوب۔ البتہ اس کے اصل جوہر اور لُبِّ لُباب کی جانب رہنمائی فرمادی ہے صاحبِ جوامع الکلم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان حد درجہ مختصر لیکن غایت درجہ جامع فرموداتِ مبارکہ میں کہ: "اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ —— اور —— "اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ!" —— یعنی دُعا ہی عبادت کا جوہر اور مغز ہے —— بلکہ دُعا ہی اصل عبادت ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآنِ حکیم میں بکثرت دعائیں وارد ہوئی ہیں کہیں انشائیہ اسلوب میں یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی وساطت سے جملہ اہلِ ایمان کو تلقین کے پیرائے میں کہ یوں کہو۔ یا یوں دعا مانگو جیسے: "وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔ یعنی کہو کہ "اے میرے ربّ میرے علم میں اضافہ فرما!" —— کہیں خبریہ انداز میں —— یعنی سابقہ انبیاء و رُسل اور صُلحاء و ابرار کی دعاؤں کے نقل کرنے کی صورت میں یا عمومی طور پر اپنے محبوب اور نیکوکار بندوں کے دلی احساسات و جذبات کی ترجمانی کے انداز میں۔ مقدمُ الذکر دعاؤں کی نہایت درخشاں مثالیں ہیں حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السّلام کی نہایت جامع دعا کہ: "رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ!" یعنی "اے ربّ ہمارے ہم دونوں کو بھی اپنا تابع فرمان بنائے رکھ اور ہماری نسل میں سے بھی اپنی ایک فرماں بردار امّت برپا کیجیو!" —— یا حضرت یحییٰ علیہ السّلام کی وہ دعا جو انتہائی کسمپرسی اور بے چارگی کے عالم میں اُن کے قلب کی گہرائیوں سے

© rasailojaraid.

اس وقت نکلی جب وہ مصر سے جان بچا کر بھاگے اور سینکڑوں میل کا سفر طے کر کے مدین پہنچے جہاں کوئی یار و مددگار تو کیا ہوتا جاننے اور پہچاننے والا بھی نہ تھا۔ اس عالم میں انہوں نے دعا کی کہ: "رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ" یعنی "اے رب میرے! میں سراپا محتاج ہوں ہر اس خیر کا جو تو میری جھولی میں ڈال دے!" ——— مؤخر الذکر دعاؤں کی نہایت درخشاں مثالیں سورۃ الفرقان کے آخری رکوع میں ملتی ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں یعنی 'عباد الرحمٰن' کے دلی احساسات و جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا ہے: "وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا" یعنی "وہ لوگ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! پھیر دے ہم سے جہنم کے عذاب کو، یقیناً اس کا عذاب لاگو ہو جانے والی چیز ہے!" ——— اور: "وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا" ——— یعنی "اے رب ہمارے! ہمیں عطا فرما ہماری بیویوں اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور بنا ہمیں خدا ترس لوگوں کا پیشرو!" ——— مزید برآں خبریہ اسلوب ہی میں قرآن مجید میں بیان ہوئی ہیں وہ دعائیں بھی جو عالمِ آخرت کے مختلف مراحل و مواقع یعنی میدانِ حشر، پل صراط اور جنت و دوزخ میں مانگیں گے اہلِ حق و ہدایت یا اہلِ زیغ و ضلال!

قرآن حکیم کی دعاؤں میں جامع ترین اور ہر اعتبار سے کامل و اکمل دعا ہے سورۃ الفاتحہ جس میں مکمل ترجمانی ہے فطرتِ انسانی کی ——— اور جس کے ضمن میں ادعیۂ قرآنیہ کا ایک دوسرا نادر اسلوب سامنے آتا ہے اور وہ یہ کہ اس کے آغاز میں نہ انشائیہ انداز ہے نہ خبریہ یعنی نہ فعلِ امر 'قُلْ' یا 'قُوْلُوْا' وارد ہوا ہے نہ فعلِ ماضی یا مضارع 'قَالُوْا' یا 'یَقُوْلُوْنَ' ——— گویا اسلوبِ بیان یہ اختیار کیا گیا کہ یہ ہے وہ صدا یا دعا جو ایک سلیم الفطرت اور سلیم العقل انسان کے قلب کی گہرائیوں سے از خود نکلتی ہے یا نکلنی چاہیے۔ اسی اسلوب کی دوسری نہایت اعلیٰ مثالیں ہیں وہ دعائیں جو "الزہراوین" یعنی سورۃ البقرہ اور سورۂ آلِ عمران، دونوں کے آخر میں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ سورۃ البقرہ کی آخری آیت کا آغاز تو ہوتا ہے نہایت شاہانہ انداز میں ان قوانینِ الٰہیہ کے بیان سے کہ: "لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا" یعنی: "اللہ نہیں مکلف ٹھہراتا کسی کو مگر اس کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وسعت کے مطابق ! — اور: "لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ! — یعنی "اُس کو ملے گا جو اُس نے کمایا ہوگا اور اُسی پر پڑے گی جو بُرائی اُس نے کی ہو گی" — اور اس کے بعد بغیر کسی انشائیہ یا خبریہ تمہید کے دعا شروع ہو جاتی ہے:

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ج وَاعْفُ عَنَّا وقف وَاغْفِرْ لَنَا وقف وَارْحَمْنَا وقف أَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۵

یعنی اے رب ہمارے! نہ گرفت فرما ہماری اگر ہم بھول جائیں یا غلطی کر بیٹھیں۔ اے رب ہمارے! مت عائد فرما ہم پر ایسی ذمہ داریاں جیسی کہ تو نے عائد کیں ہم سے پہلے والوں پر، اور نہ ڈال ہم پر وہ جس کی ہم طاقت نہ رکھتے ہوں، اور درگزر فرما ہم سے، اور بخشش فرما ہماری، اور رحم فرما ہم پر، اور مدد فرما ہماری کافروں کے مقابلے میں!

بالکل یہی اُسلوب سورۂ آلِ عمران کے آخری رکوع میں ہے کہ: "اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ" کے فوراً بعد بغیر کسی فعل قَالُوْا — یا يَقُوْلُوْنَ کے آغاز ہو جاتا ہے اس عظیم دُعا کا جو: "رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج" سے شروع ہوتی ہے — اور — إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۵ — پر ختم ہوتی ہے۔

سورۃ البقرہ کی آیت ۲۵۰ میں بنی اسرائیل کی تاریخ کے ایک اہم واقعہ کے ضمن میں حضرت طالوت کے اہل ایمان ساتھیوں کی وہ دُعا نقل ہوتی ہے جو انہوں نے اُس وقت مانگی تھی جب اُن کا سامنا جالوت اور اُس کے لشکر سے ہوا — ارشاد ہوتا ہے: "وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ!

یعنی "جب وہ سامنے ہوئے جالوت اور اُس کی فوجوں کے تو انہوں نے کہا: اے رب ہمارے! انڈیل دے ہم پر صبر اور جما دے ہمارے قدم اور مدد فرما ہماری کافروں کے مقابلے میں!" — بادنیٰ

© rasailojaraid.com

تامّل واضح ہو جاتا ہے کہ اس دُعا میں ایک عکسِ کامل موجود ہے۔ یا بالفاظِ دیگر یہ مکمل خلاصہ ہے اُس مفصّل اور عظیم دُعا کا جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور جس پر سورۃ البقرہ ختم ہوتی ہے۔ اور ذرا غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس مناسبت و مشابہت کا سبب کیا ہے۔ تاریخ بنی اسرائیل میں معرکۂ طالوت و جالوت کو وہی مقام اور اہمیت حاصل ہے جو اُمتِ محمد علی صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کی تاریخ میں غزوۂ بدر کو حاصل ہے ـــــ کہ جس طرح بنی اسرائیل کے دَورِ عروج یا عہدِ زرّیں یعنی ملک داوٗد و سلیمان علیہما السلام کا آغاز ہوا معرکۂ طالوت و جالوت سے اسی طرح اسلام کا وہ دورِ غلبہ و عروج شروع ہوا غزوۂ بدر سے جس کا نقطۂ کمال یعنی ہے خلافت حضرات صدیقِ اکبر و فاروقِ اعظم و عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اب اگر یہ بات پیشِ نظر رہے کہ سورۃ البقرہ کا زمانۂ نزول ہے ہجرت کے متصلاً بعد سے لے کر غزوۂ بدر سے متصلاً قبل تک تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو ماضی کی تاریخ کے اس ورق کے ذریعے دراصل دکھایا جا رہا ہے آنے والے حالات و واقعات کا ایک واضح عکس کہ جس طرح سامنا کرنا پڑا تھا حضرت طالوت کے مُٹھی بھر بے سروسامان اہلِ ایمان ساتھیوں کو جالوت کے غرقِ آہن لشکروں کا، اسی طرح تمہارا مقابلہ ہونے والا ہے کل تین سو تیرہ کی تعداد اور نہایت بے سرو سامانی کی حالت میں قریش کے ایک ہزار کیل کانٹے سے لیس غرقِ آہن سورماؤں سے ـــــ اور جس طرح صبر و ثبات کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح دی تھی ان کے دشمنوں پر اُسی طرح اگر تم بھی صبر کا دامن تھامے رکھو اور اللہ تعالیٰ کی نصرت و تائید پر بھروسہ رکھو تو وہ (اللہ) تمہیں بھی فتح عطا فرمائے گا تمہارے دشمنوں پر۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۵۰ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کو وہ دُعا بھی سنا دی گئی جو حضرت طالوت کے ساتھیوں نے مانگی تھی اور پھر آیت ۲۸۶ میں وہ مفصّل دعا بھی تلقین فرما دی گئی جو اب نکلنی چاہیے اہلِ ایمان کے قلوب کی گہرائیوں سے ـــــ اور اسی پر ختم فرما دیا اس سورۂ مبارکہ کو ـــــ !!

واضح رہے کہ دُعا کی اصل رُوح ہے اللہ کے سمیع و بصیر اور عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ہونے کا یقینِ کامل ـــــ اور اُسی کی نصرت و تائید اور توفیق و تیسیر پر کامل توکّل و اعتماد ـــــ اور یہی دونوں چیزیں ہیں جو ہمیں ان دونوں دعاؤں کے ایک ایک حرف میں رچی بسی نظر آتی ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

© rasailojaraid.com